

وید کا حصہ

مصنفہ مولانا مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی
مدرس دارالعلوم مونگیر حسب الحکم مولوی سید ابوالکلام محمد لطیف اللہ صاحب
رحمانی کانپوری المونگیری

ناشر: انجمن دفاع اسلام

حسب فرمائش
محمد فہیم خان تاجر کتب امین آباد لکھنؤ
ہندوستانی پریس نظیر آباد، لکھنؤ

وید کا بھید

مصنفہ مولانا مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی
مدرس دارالعلوم مونگیر حسب الحکم مولوی سید ابوالکلام محمد لطیف اللہ صاحب
رحمانی کانپوری المونگیر

ناشر: انجمن دفاع اسلام

حسب فرمائش
محمد فہیم خان تاجر کتب امین آباد لکھنؤ
ہندوستانی پریس نظیر آباد، لکھنؤ

وید کا بھید

اس کے مخاطب محض آریہ سماج ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وید کی اصلی تعلیم وہی ہے جو دیانند جی کی تعلیم ہے لہذا اس رسالہ میں آریہ سماج کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ دیانند جی کی کتاب ستیارتھ پر کاش کے حوالے سے لکھا گیا ہے اور آریہ سماج کی ایسی دس (10) تعلیم بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہے جن کو پڑھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کرے گا کہ سماجی دھرم بالکل باطل اور ناپاک تعلیم کا مجموعہ ہے جو ہرگز ایشوری دھرم نہیں ہو سکتا

اجمالی فہرست

4.....	دیانند جی ستیا رتھ پرکاش کے بارہویں باب کے خاتمے پر لکھتے ہیں۔
5.....	﴿دیانندی مت کی پہلی تعلیم﴾
6.....	﴿دیانندی مت کی دوسری تعلیم﴾
8.....	﴿دیانندی مت کی تیسری تعلیم﴾
11.....	﴿دیانندی مت کی چوتھی تعلیم﴾
13.....	﴿دیانندی مت کی پانچویں اور چھٹی تعلیم﴾
16.....	﴿دیانندی مت کی ساتویں تعلیم﴾
18.....	﴿دیانندی مت کی آٹھویں تعلیم﴾
19.....	﴿دیانندی مت کی نویں تعلیم﴾
20.....	﴿دیانندی مت کی دسویں تعلیم﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما

میں اس اصول پر کہ درخت اپنے پھل سے اور مذہب اپنی تعلیم سے پہچانا جاتا ہے، اس رسالہ میں دیانندی مت کی چند تعلیم مختصر تنقید کے ساتھ اس غرض کو پیش نظر رکھ کر تحریر کرنا چاہتا ہوں، کہ وہ تعلیم یافتہ جماعت جو ہر مسئلہ کو علم و عقل کی روشنی سے دیکھنے کی عادی ہے اور ہر خیال اور تعلیم کو نہایت احتیاط سے پرکھ لینے کے بعد مضبوطی سے اس پر یا تو عقیدت کی مہر ثبت کر دیتی ہے، یا سختی سے انکار کر دیتی ہے تامل کی نگاہ ڈال کر بصیرت سے فیصلہ کرے، کہ ایسا مذہب اور ایسی تعلیم سچی اور الہامی تسلیم کی جاسکتی ہے۔ یا نہیں؟

میں اپنے مطالعہ کی بنا پر جس نتیجے تک پہنچا ہوں مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ دیانندی مذہب الہامی اور خداوندی مذہب ہونا تو بہت بڑی بات ہے، ایسی لچر اور گھنونی تعلیم کسی دانشمند اور شریف النفس باحیا انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کی جاسکتی ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایک مہذب انسان ان حیا سوز تعلیم کو حوالہ قلم بھی نہیں کر سکتا ہے مگر حیرت اور ہزار حیرت سماجی فاضلوں پر کہ ان کی طبیعت اور ان کے قلوب اس حیا سوز تعلیم سے کچھ اس طرح مسخ ہو گئے ہیں کہ دیانندی مت کی فضیلت اور خوبی کی دلیل میں نہایت پبیائی سے ان حیا سوز مخرّب اخلاق تعلیمات کو تقریروں میں بیان کرتے ہیں۔ اور کتابوں میں فطرتی عمل لکھتے ہوئے اس کے روکنے کو گناہ اور پاپ بتاتے ہیں،

میری تہذیب اس کو بھی گوارہ نہیں کرتی ہے کہ ایسی حیا سوز تعلیم سے میں اپنے ناظرین کو روشناس کراؤں اور مخرّب اخلاق تعلیمات کی اشاعت سے گندہ لیٹرچر کی ترویج میں کسی طرح حصہ لوں۔

یہی وجہ ہے جس کی بنا پر میں نے اپنے اس رسالہ کو "نیوگ" کے حیا سوز اور مخرّب اخلاق مسئلہ سے پاک رکھا ہے۔ پھر بھی جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دیانندی مذہب کی صداقت کے پرکھنے کے لیے دیانندی جی کے ذیل کے اصول کے لیے بہت کافی ہے۔

دیانند جی ستیار تھ پرکاش کے بارہویں باب کے خاتمے پر لکھتے ہیں۔

* "جس طرح ہانڈی میں پک رہے چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سب چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں۔ اسی طرح اس ٹھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لیں گے" *

اپنا مطلب بھی اس مشنہ نمونہ از خروارے، سے یہی ہے۔ کہ دیانندی مت کی چند تعلیمات کو اہل بصیرت اصحاب مطالعہ کر کے دیانندی مذہب کی صداقت و بطلان پر فیصلہ کن اور حتمی رائے قائم کریں، اور واقعات کی روشنی میں ہمارے سماجی فاضلوں کے ان بڑے بڑے دعاوی کو ملاحظہ فرما کر انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ ہمارے دوست اپنے ان دعاوی میں کہاں تک سچے ہیں۔ کہ سچا مذہب دنیا میں ہے تو آریہ سماج کا

سچی تعلیم ہے تو آریہ سماج کی، انسانی ہدایت اور اس کے معاشرتی معادی زندگی کی ضرورتوں کا کفیل اور صحیح راہ پر لے چلنے والا مذہب ہے تو آریہ سماج کا،

فلسفہ عقل اور قانون قدرت کے مطابق احکام ہیں تو آریہ سماج کے تہذیب و اخلاق اور جملہ علوم و فنون کی تعلیم دینے والی الہامی کتاب ہے تو آریہ سماج کی،

علم و عقل اور فلسفہ اور موجودہ تہذیب کی روشنی میں اپنی آب و تاب کو باقی رکھنے والی تعلیم ہے تو آریہ سماج کی،

لیکن حق یہ ہے کہ یہ سارے دعوے خواب پریشاں ہیں۔ جتنی کوئی صحیح تعبیر نہیں ہو سکتی۔ جس کے متعلق خدا نے چاہا تو بہت جلد کسی ضخیم رسالہ میں اس پر بحث کر کے ثابت کر دی جائے گی۔ کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں کوئی مذہب آریہ مت کے طرح بدترین احکام اور حیا سوز خرب اخلاق تعلیمات کا مجموعہ نہیں ہے جس کا کثیر حصہ علم و عقل کے خلاف اور فلسفہ اخلاق و تہذیب سے بالکل مبرا ہے۔

اس وقت ہم ذیل میں بطور نمونہ کے نمبر وار چند تعلیم کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جات۔ کہ سماجی مذہب کی تصویر کا اصلی رج کتنا درخشاں اور تاباں ہے اور کہاں تک علم و عقل کے موافق ہے

زاد و ایک نظر دیکھ لو تم بھی کیا کیا
رنگ ورونوک پلک یار کی تصویر میں ہے

﴿دیاندی مت کی پہلی تعلیم﴾

ستیا رتھ پرکاش کے تیسرے باب کے 56 میں دیانند جی تحریر فرماتے ہیں: "جو وید کو نہ پڑھ کر دیگر کوشش میں رہتا ہے وہ بمعہ اپنے بیٹے اور پوتوں کے جلدی شودر ہو جاتا ہے"

سبحان اللہ۔ کیا صداقت بھری تعلیم ہے گناہ دادا کرے اور شودر پوتا ہو۔ کیا کوئی ذی علم، غیر متعصب آریہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ کہ ایسی تعلیم کبھی سچی ہو سکتی ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ باپ وید نہیں پڑھتا ہے، بدکار ہے، پاپی ہے شودر ہے یا اور کوئی جو کچھ الفاظ چاہیں ہمارے دوست اس شخص کے حق میں استعمال کر سکتے ہیں مگر عقل اس کو کیونکر جائز رکھ سکتی ہے، کہ باپ کے وید نہیں پڑھنے سے اس کا بیٹا جو ہر طرح سے لائق۔ نہایت دھارمک اور دن رات وید پر عمل کرنے والا، اور اس کے فرمان کو بجالانے والا ہے، کس طرح شودر ہو سکتا ہے اور باپ کے اس فعل کی سزا میں بیٹے اور پوتے کا شودر ہو جانا کہاں تک قرین انصاف ہو سکتا ہے؟

ہم آریہ سماجی فاضلوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا باپ کے زنا یا باپ کی چوری یا باپ کی ادھرمی کا الزام اس کے بیٹے اور اس کے پوتے کو دیا جانا صحیح ہے؟

اور باپ کے ساتھ بیٹے اور پوتے کو بھی زنا اور چوری کی سزائیں شریک کرنا اور بیٹے اور پوتے کے اعضا کو باپ کے ان اعضا کے ساتھ کاٹ دیا جانا جس سے اس نے چوری کی ہے درست ہے کیونکہ چور کی سزا دیانند جی نے ستیا رتھ پرکاش کے چھٹے باب کے 222 میں یہ لکھتے ہیں: "چور جس طریق پر جس جس عضو سے انسانوں میں نامناسب حرکات کام کرتا ہے۔ اس عضو کو سب کی عبرت کے لیے راجہ کاٹ دیوے"

اگر باپ کی چوری کے فعل میں بیٹا اور پوتا کو (جس کو اس چوری سے کوئی تعلق نہیں ہے) عقل کے نزدیک شریک سمجھنا باطل ہے، نیز اس کی سزا میں اس کے بیٹے اور پوتے کو شریک کرنا عقل و انصاف کے

خلاف ہے۔ تو پھر باپ کے وید نہیں پڑھنے کے جرم کا مجرم بیٹے اور پوتے کو ٹھہرانا بھی سراسر باطل ہے جو عقل و انصاف کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جب جرم میں بیٹے اور پوتے کی شرکت نہیں ہے۔ تو پھر باپ کے جرم میں عقل و انصاف ہرگز اس کو متقاضی نہیں ہے۔ کہ باپ کے ساتھ سزا میں بیٹا اور پوتا بھی شریک کر لیا جائے۔ اور بے جرم اور بے خطا بیٹے اور پوتے کو زبردستی شودر بنایا جائے۔ میرے نزدیک آریہ مت کی یہ تعلیم ایسی ہے جس کو معمولی علم و فہم کا انسان بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا کسی سماجی فاضل سے ہم یہ امید رکھیں کہ آریہ مت کی اس فلسفیانہ تعلیم پر روشنی ڈال کر دنیا کو اپنے مذہب کی طرف سے تشفی بخش جواب دینے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ اور ہمارے اس اعتراض پر توجہ کی نظر فرمائیں گے

﴿دیانندی مت کی دوسری تعلیم﴾

دیانندی سنیارتھ پرکاش کے چھٹے باب کے 195 میں میدان جنگ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ "مفرور یعنی ڈر کر بھاگا ہوا ملازم جو دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اس کو اپنے آقا کے گناہ لگ جاتے ہیں۔ اور وہ سزایاب ہے نیز اس کی وہ عزت جس سے اس کو لوک پر لوک میں سکھ ہونے والا تھا۔ اس کا آقا لے لیتا ہے"

اللہ اللہ۔ وید کی یہی تعلیم ہے جس کو دنیا کے سامنے ہمارے سماجی فاضل عقل و فلسفہ کے مطابق اور اس کے دوش بدوش چلنے والی بتاتے ہیں مگر ہم اپنے دوستوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ تم ہی انصاف سے کہو کہ یہ کیسے دماغ کا نتیجہ ہے، کیا معمولی علم و فہم رکھنے والا انسان بھی اپنے منہ سے ایسی بات نکال سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر کس قدر حسرت و افسوس کی بات ہے کہ اس کو الہامی تعلیم سمجھا جاتا ہے حالانکہ

بڑا ہے داغ سجد اور داغ عشق میں فرق
کہ یہ ہے دل کے لیے اور وہ جبین کے لیے

حیرت ہے! میدان جنگ سے ملازم بھاگتا ہے۔ اور دشمنوں سے مارا جاتا ہے اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سزایاب ہے۔ ہم بھی اپنے دوستوں سے کہیں گے کہ اس قدر بہت درست اور صحیح ہے۔ مگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ اس کو آقا کے گناہ لگ جاتے ہیں۔ اور اس کے سکھ کو یعنی اس کے موجودہ زندگی کے نیک عمل کے ثواب کو اس کا آقا لے لیتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو یقیناً ہر انسان کے نزدیک سراسر باطل اور لغو ہے۔ اس لیے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کے جرم میں ملازم کو آقا کے گناہ لگ جانا۔ اور ملازم کے ثواب کا آقا کو مل جانا علم و عقل کے نزدیک ہرگز کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے

ہر شخص اپنے جرم اور اپنے فعل کا جواب دہ ہو سکتا ہے۔ نہ کہ دوسرے کے اعمال و افعال کا نیز ہر شخص کو اسی کے اعمال و افعال کے متعلق مجرم اور سزایاب ٹھرایا جاسکتا ہے نہ کہ دوسروں کے اعمال و افعال کا۔ پس اس مفروضہ یعنی بھاگے ہوئے ملازم کو اس کے فرار کے جرم میں جو کچھ بھی سزا ملے گی وہ صحیح اور درست ہوگی لیکن ان جرائم اور بدکاریوں کا اس ملازم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے جس کو اس کے آقا نے کیا ہے؟ اور ان اعمال اور بدکاریوں کی سزا کا مستوجب اور مستحق یہ ملازم کیونکر ہو سکتا ہے جس کو اس کے آقا نے کیا ہے؟

تجرب اور سخت تعجب ہے کہ یہ آریہ مت کی کیسی تعلیم ہے کہ گناہ کی سزا گنہگار کو نہیں دی جاتی ہے بلکہ ایسے شخص کو جس کو اس گناہ سے کوئی تعلق نہیں ہے

پھر مزید برآں یہ کہ اس کے نیک اعمال کا صدقہ و خیرات اور ہوم و سندھیا اور اپاسنا عبادت وغیرہ کا ثواب آقا لے لے گا۔ ٹھوڑی دیر کے لیے بالفرض اگر اس تعلیم کو الہامی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی وجہ سے خدائی ذات پر چند اعتراض لازم آئیں گے۔

ایک تو یہ کہ آریوں کا خدا ظالم ٹھہرے گا۔ کہ یہ بے خطا اور بے قصور شخص کو گنہگار ٹھراتا ہے اور زبردستی ایک شخص کی گردن پر دوسرے کے گناہ کی گٹھری رکھتا ہے۔ **دوسرے یہ کہ آریوں کا ایشور عادل اور منصف بھی نہیں رہے گا۔** کیونکہ ایسا کرنا انصاف کے بالکل منافی ہے۔ کہ مجرم کو سزا نہ دی جائے

اور اس کے بدلے میں غیر مجرم اور بے قصور شخص کو مجرم ٹھہرایا جائے تیسرے آریوں کا خدا پرندار بھی ٹھہرے گا جس سے دیانند جی کو سخت انکار ہے چنانچہ اسی طرف داری سے بچنے کے لیے دیانند جی نے تنازع مانا ہے۔ غیر منصفی کے متعلق انکا صاف لفظوں میں یہ بیان موجود ہے۔ کہ جو انصاف کے خلاف کرے وہ ایشور نہیں۔ اب دو باتوں سے چھٹکارا نہیں

یا تو اس تعلیم کو غلط تسلیم کر لی جائے۔ اور ہمارے سماجی دوست اس کو ستیارتھ پر کاش سے نکال دیں۔

یا اگر ایسی لچر تعلیم کو محض اس لیے کہ دیانند جی مہاراج نے ستیارتھ پر کاش میں وید کے مطابق سمجھ کر تحریر کیا ہے۔ دیانند جی کی تحریر کی بنا پر اپنے ایشور کو غیر منصف بلکہ ایشوری اور خدائی سے معزول کر دینے کا اعلان عام کر دیں۔ سماجی دوستو! تعصب سے الگ ہو کر غور کرو کہ کیا ایسی تعلیم کو کبھی صداقت اور سچائی کے اصول پر کوئی شخص سمجھ سکتا ہے ہر گز نہیں۔ پس ہم بجز اس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ۔

آپ ہی اپنے ذرا جو رستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

﴿دیانندی مت کی تیسری تعلیم﴾

دیانند جی ستیارتھ پر کاش کے چھٹے باب کے 223 میں تحریر فرماتے ہیں۔ "جو دھرم کو چھوڑ کر ادھرم میں پھنسا ہوا دوسرے کو بلا جرم مارنے والے ہیں۔ ان کو بغیر تامل کے مار ڈالنا چاہیے۔ یعنی مار کر بعد میں سوچ کرنی چاہیے۔

سماجی دوستو! ایک طرف انسانی دار و قصاص کا مسئلہ ہے۔ دوسری طرف تمہارے پوتہ زاد اہب کی پاک تعلیم ہے۔ غور کرو سوچو! کہ دیانند جی آریہ مت کی تعلیمی منظر کو دنیا کے سامنے کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں۔ سنو اور غور سے سنو اور سوچو اور خوب سوچو۔ کہ کیا انسان کی جان اور انسان کی حرمت اور انسان کا عزیز وجود اور گرانمایہ نفس اتنی سستی چیز ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اس کو فنا کر دیا جائے اور بغیر اس کے جرم کی تحقیقات کی جائے اور بغیر اس کے کہ اس کے متعلق کامل شہادت حاصل کی جائے اور

جائز اور انصاف و دھرم کے خلاف ہے اور کبھی ایسی تعلیم ایشوری تعلیم نہیں کہلا سکتی ہے۔ پھر تم بتاؤ۔ کہ دیانند جی کے اس فرمان کو کیا کہو گے جب کہ وہ صاف لفظوں میں یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ کہ "جو دھرم کو چھوڑ کر ادھرم میں پھنسا ہوا دوسرے کو بلا جرم مارنے والے ہیں۔ ان کو بغیر تامل کے مار ڈالنا چاہیے"

یعنی پہلے مار کر بعد میں سوچ کرنی چاہیے۔ اللہ اللہ مارنے یعنی زد و کوب اور مار پیٹ کے جرم میں مار ڈالنے میں جو فرق ہے اس کو ہر کوئی سمجھتا ہے۔ اور پھر اس پر حیرت یہ ہے کہ وہ بھی بغیر سوچے اور سمجھے مار ڈالنے کا حکم دیا جاتا ہے **الاماں**

عرش لرزتا ہے کہ وہ آتے ہیں

تیغ بھینچے ہوئے، تیور میں بھرے بل کھائے

اس جگہ غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ دیانند جی کے مصرعہ العبارت میں لفظ نہ بلا جرم یہ ایک بے معنی لفظ ہے جو اپنے اندر کوئی معنوی حقیقت نہیں رکھتا ہے اس لیے کہ جب دیانند جی تامل اور سوچنے اور غور کرنے کی ہدایت قتل کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو قتل کے پہلے یہ کس طرح ثابت ہو گا کہ وہ بلا جرم انسان تھا۔ جس کو اس ادھرمی شخص نے مارا ہے کیونکہ مضروب یعنی جس کو مار پڑی ہے اس کا بے جرم مار کھانا اور اس ادھرمی شخص کا اس کو بلا وجہ مارنا۔ اس کو چاہتا ہے کہ مجرم کے قتل کے پہلے کامل تحقیقات اور کامل غور و خوض سے ان دونوں کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کر لی جائے۔ مگر جب اسکی اجازت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ محض بغیر سوچے سمجھے اور غور و خوض کیے ہوئے دیانند جی قتل کا فیصلہ دے رہے ہیں پھر ان سب امور سے قطع نظر کر کے ایک لاجواب سوال یہ ہے کہ قتل کرنے کے بعد سوچ کرنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ اور قتل کے بعد سوچ اور غور و خوض و تامل کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اور اب اس کی معصومی کے ثبوت پر کیا نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے؟۔

پس اگر آریہ سماج کی یہی وہ تعلیم ہے جس کو ہمارے ہاتھوں میں عین فلسفہ اور علم و عقل کے موافق ہدایت کرنے والی تعلیم کہہ کر دی جاتی ہے تو مذہب معلوم اور اہل مذہب معلوم ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں

اور یقیناً دنیا کا کوئی ذی فہم انسان اس کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس قانون پر کیسے دانشمند لوگ عمل کرنے والے ہوں گے جو قتل کرنے کے بعد قتل پر غور کرنے کے بعد بیٹھیں گے۔ اور مجرم کی معصویت کے ثبوت پر دانشمندان حج صف ماتم ترتیب دے کر مقتول کے لیے نہیں بلکہ اپنی عقل پر ماتم کریں گے جس کو مقتول کی روح دیکھ کر پکار اٹھے گی

کی میرے بعد اس نے بھاسے توبہ
ہاے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

﴿دیانندی مت کی چوتھی تعلیم﴾

دیانند جی ستیا رتھ پرکاش کے چھپے باب کے 217 میں تحریر فرماتے ہیں۔ "عورتوں کے گواہ عورت، ورجوں کے ورج، شودروں کے شودر اور چانڈالوں کے چانڈال گواہ ہوں۔

ہم اپنے دوستوں % سے کہتے ہیں۔ کہ اچھا مہاراج بہت خوب بہت صحیح اور نہایت درست۔ مگر فرمائے ایک غریب نوجوان عورت ایک پانی دوکاندار کے دکان میں کوئی چیز لینے گئی۔ اور اس روسیہ بد بخت نے جس کی عادت "نیوگ" کی پاک تعلیم کی بری عادت کی وجہ سے (جس کی تشریح سے تہذیب مانع ہے) اس نے اس نوجوان عورت سے سربازار کھلی دوکان میں زنا بالجبر کر کے منہ کالا کیا۔ اور سوء اتفاق سے کوئی دوسری عورت وہاں موجود نہیں ہے بتلائیے یہ غریب معصوم عورت اپنے درد کی دوا کیا کرے گی۔ آریہ سماج کے ایوان انصاف کی زنجیر کھٹکھٹاتی ہے تو اس کو صاف جواب ملتا ہے۔ کہ جب تک اپنے اس فعل پر کسی عورت کو شہادت میں نہ پیش کرے گی تیری کچھ بھی شنوائی نہیں ہو سکتی ہے۔ جس کو سن کر وہ ایک طرف ایسی متحیر ہو جاتی ہے کہ "کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔" دوسری طرف حرمت انسانی اور عزت نفس کی خودداری کے فطرتی جذبات سے متاثر ہو کر ایوان انصاف اور آریہ مت کے عدالت گھر کے دانشمندان حج کو ٹوکنے پر مجبور ہوتی ہے اور استعجاب کے لہجہ میں پوچھتی ہے۔

کہ تو پھر کیا ہمارے لیے دیانندی مذہب میں کوئی انصاف نہیں ہے؟ اور ایسے پانی کے لیے اس صورت میں کوئی سزا نہیں ہے میں اس ناگوار واقعہ کی شہادت میں عورتوں کو اس لیے نہیں پیش کر سکتی

کہ موقع وقوع پر کوئی عورت نہ تھی۔ ہاں راستہ کے دس پانچ گزرنے والے نیک نفس آریہ کو میں اس واقعہ کی شہادت میں پیش کر سکتی ہوں۔ جو موقع وقوع میں میری چیخ و پکار کی آواز سن کر جمع ہو گئے تھے۔ جو عورتوں سے زیادہ عقل و سمجھ رکھتے ہیں اور شہادت کے اہل ہیں یہ مگر اس پر بھی اس کو دو ٹوک صاف جواب ملتا ہے۔ کہ ہم دیانند جی کے فرمان سے مجبور ہیں تم خود دیکھو یہ ستیارتھ پر کاش رکھی ہوئی ہے جس کے 217 میں دیانند جی نے شہادت کے متعلق یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ "عورتوں کے گواہ عورتیں ہوں گی" لہذا ہم تمہارے معاملہ میں مردوں کی شہادت نہیں لے سکتے ہیں۔

دیانندی دوستوں اب فرض کرو۔ کہ وہ غریب عفت مآب دیوی دیانند جی کے اس فرمان کو پڑھتی ہے اور بے نیل مراہم رسوائی کا داغ لے کر منہ چھپاے ہوئے گھر آتی ہے مگر بتاؤ کہ اس کے متلاطم جذبات اور رسوائی کا روح فرساغم اور اس پر بھی مایوسی کی شرمسار واپسی سے اس کے دل میں ایسی عدالت گھر اور ایسے قانون بنانے والے کی وقعت اس کے دل میں کیا ہوگی؟ کیا ایک منٹ کے لیے بھی اس پر ایمان لاسکتی ہے کہ یہ قانون ایشوری قانون کہلانے کا مستحق ہے اس قانون کو کسی دانشمند انسان نے بنایا ہے ہرگز نہیں

پس کہاں ہیں آریہ سماجی فاضل جو اپنے ویدک دھرم کے ذریعہ سے دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنا چاہتے ہیں اور انسان تو انسان حیوان کی دادرسی کو بیتاب ہو جاتے ہیں اس غریب نوجوان معصوم عورت کے زخم دل پر انصاف کے مرہم کی پٹی باندھیں یا اعتراف کر لیں کہ آریہ مت ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے انصاف اور صداقت اور حقانیت کی صحیح تعلیم دنیا کو حاصل ہو۔ پھر اسی طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔ جن کے لیے اس قانون کی رو سے کوئی انصاف نہیں ہو سکتا ہے

فرض کرو ایک محلہ میں ایک گھر چانڈال (یعنی۔۔۔۔۔) کا ہے باقی سب شریف ذات آریہ مہاتما ہیں۔ رات کو اسی کے محلہ کا ایک چور اس کے گھر میں آتا ہے اور چوری کرتا ہے اور جو کچھ نقد ملتا ہے اس پر قبضہ کرتا ہے اتفاق سے اس چنڈال (یعنی۔۔۔۔۔) کی آنکھ کھلتی ہے اور ٹوکتا ہے جس کی پاداش میں بد معاش چور لاٹھیوں سے خبر لیتا ہے۔ جس پر یہ غریب چانڈال چیخ اٹھتا ہے اور دہائی

دے کر لوگوں کو اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے۔ محلہ کے لوگ پہنچتے ہیں۔ مگر چالاک چور سب سے اپنے کو بچا کر مع مال مسروقہ کے روانہ ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اپنی دادرسی کے لیے کہاں جائے۔ اور کس سے اپنی مظلومیت کو بیاں کرے کیا آریہ مت کی عدالت اس کے لیے مفید ہوگی؟، اور آریہ عدالت میں وہ اپنے انصاف کو پہنچے گا ہرگز نہیں۔ کیونکہ آریہ سماج کا دانشمند اور سماجی قانون کا ماہر مجسٹریٹ اس کے بیان کو سننے کے بعد جب اس سے پوچھے گا کہ تمہارے پاس تمہاری جنس کا چانڈال گواہ ہے، اور اس سوال کے جواب میں یہ سنے گا کہ حضور میرے پاس اس واقعہ کی شہادت کے لیے کوئی چانڈال گواہ نہیں ہے کیونکہ محلہ میں اپنی جنس کا ایک ہی شخص ہوں ہاں محلہ کے بہت سے شریف آریہ اس کی شہادت دے سکتے ہیں اور چور کو پہچان سکتے ہیں۔ تو مجبوراً دیانندی دھرم کے مجسٹریٹ صاحب اس کو صاف جواب دیں گے کہ تمہارا استغاثہ ویدک دھرم کی رو سے رد کیا گیا۔ کیونکہ دیانند جی نے ستیارتھ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ چانڈال کا گواہ چانڈال ہی ہوگا۔ سماجی دوستوں بتاؤ کہ دنیا میں اسی قانون سے انصاف و امن قائم رکھنا چاہتے ہو اور کیا دنیا کے سامنے یہی قانون لے کر اس کے مدعی ہوتے ہو کہ دنیا میں علم و عقل کے موافق انسانی بہبودی کے لیے اگر کوئی تعلیم ہے تو ویدک تعلیم اور آریہ دھرم ہے ہم اپنے دوستوں کے اس جہل مرکب پر بجز اس کے کیا کہیں کہ

دبندہ بت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے

بت پردہ ہیں پردے میں چھپا اور ہی کچھ ہے

﴿دیانندی مت کی پانچویں اور چھٹی تعلیم﴾

ستیارتھ پر کاش کے چوتھے باب کے 117 میں دیانند جی تحریر فرماتے ہیں بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ایک براہمن، دوسرا دیو، تیسرا آرش، چوتھا پرچاپت، پانچواں اسر، چھٹا کاندھرب، ساتواں رکش، آٹھواں پیشاج، اسکے بعد ان بیاہوں کی تفصیل کی گئی ہے کہ کون سا بیاہ کس طرح عمل پائے گا۔ قبل اس کے کہ میں کسی بیاہ کی صورت پیش کروں یہ بتادینا ضروری ہے کہ یہ آٹھوں

قسمیں جائز بیاہ کی ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی قسم آریہ مذہب میں حرام یا ناجائز نہیں ہے زیادہ سے زیادہ دیانند جی نے بعض کو ادنیٰ اور بعض کو مذموم اور بعض کو نہایت مذموم فرماتے ہیں۔ مگر کسی صورت کو ناجائز و حرام خلاف فطرت نہیں فرماتے ہیں۔ دیانند جی کے الفاظ یہ ہیں۔ ان سب بیاہوں میں براہم بیاہ سب سے افضل ہے دیو، آرش اور پرچایت متوسط اور اسر اور کاندھرب ادنیٰ، راکش مذموم اور پیشان نہایت مکروہ ہے، اب راکش اور پیشان کی تفصیل دیانند جی ہی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

(7) لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین چھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکش۔

(8) سوئی ہوئی، یا شراب وغیرہ پی کر بیہوش ہوئی ہوئی، پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہونا پیشان کہلاتا ہے۔ سماجی دوستوں خود ہی گریباں میں منہ ڈال کر سوچو اور اپنے آتما اور ایمان بھرے دل سے سوال کرو پھر غور کرو کہ خود تمہارا دل اور انصاف پسند باحیا ضمیر تمہیں اس مسئلہ کے متعلق کیا ہدایت کرتا ہے۔ مختصر لفظوں میں اس کے متعلق ہم محض اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر خدا نخواستہ ہندوستان میں آریہ سماج دھرم کا راج ہو جائے تو کیا اس وقت امید ہو سکتی ہے کہ کسی شریف یا باعصمت عورت کی ذات اس قانون سے محفوظ رہے گی اور کیا اس قانون کی بنا پر دن رات زبردستی لڑکیاں چھین نہیں لی جائیں گی۔ اور کیا بد معاش اور بدکار انسان جبراً خوبصورت خوبصورت دیویوں پر ان کو غنچوان شباب کی حالت میں دیکھ کر اس قانون کے آڑ میں لڑائی اور ہنگامہ کر کے قبضہ نہ کریں گے، اور پھر اس چھین چھپٹ سے انسان کا آریہ دھرم کے قانون میں خون خرابہ نہیں ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ کیونکہ ایک شریف النفس باحیا انسان سے فطرتاً ہی غیر ممکن ہے کہ اپنی آنکھوں سے اپنی بی بی، بیٹی، بہو، کی رسوائی اور بے عزتی اور عصمت دری دیکھے اور خاموش رہے بلکہ باحیا دل میں فطرتی جذبات کے سمندر لہریں لے لے کر، اس کے دل و دماغ کو مجبور کر دیں گے، کہ وہ اپنی عزیز جان کو جان سے زیادہ پیاری چیز شرافت اور عزت و ناموس پر جو ایشیا کی روح اور جان ہے نثار کر دے۔

پس وہ اس کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی کہ ان بد معاش اور بد چلن لوگوں پر ہم غلبہ نہیں کریں گے۔ فطرتاً وہ دست بگربیاں ہو جائے گا چاہے اس کی جان خطرہ ہی میں کیوں نہ پڑ جائے، مکروہ اس ناپاک

عصمت کش منظر کو اپنی آنکھوں سے جب تک اس کی جان میں جان ہے نہیں دیکھ سکے گا سماجی دوستو سوچو اور غور کرو

کیا یہی وہ تعلیم ہے جس کی ساری دنیا کے لوگوں میں فطرتی تعلیم کہہ کر تبلیغ کرنا چاہتے ہو؟ اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جس کو علم و عقل کے موافق بتاتے ہو؟

اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جس کو تہذیب و تمدن کے روشن اصول کے مطابق بتاتے ہو؟ اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جو شریف انسان کو الہامی تعلیم کہہ کر قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو؟

اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جس پر چل کر دنیا میں امن و امان قائم رہ سکے گا؟

اور یہی وہ تعلیم ہے جس پر چل کر انسان شریف طینت اور مہذب ہوگا؟

اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جس پر عامل ہو کر انسان نجات حاصل کرے گا؟

اور پھر سب سے آخر میں یہ بتاؤ کہ خداوندی اور ایشوری تعلیم کہلانے کی ایسی تعلیم مستحق ہو سکتی ہے؟

ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر انتہا یہ کہ دیانند جی زنا بالجبر کو بھی بیاہ کی جائز قسم میں شمار کرتے ہیں، اور اس ناپاک فعل کو فقط نہایت مکروہ کہہ کر دنیا کے بدکار اور بدکار معاش لوگوں کے لیے بدکاری کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

سماجی دوستوں یہ کس قدر عصمت کی بات ہے اور کس قدر اندھیر ہے، کہ آریہ دھرم میں اس طرح کے ناپاک فعل کو ناجائز اور حرام نہیں بتایا جاتا ہے بلکہ محض نہایت مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کوئی ذی علم انسان یا تعلیم یافتہ جماعت اس کے متعلق کیا فیصلہ کرے گی؟

اور آریہ دھرم کی اس تعلیم پر کیا راء قائم کرے گی میرے نزدیک ایسے خیالات کو خدائی اور الہامی کہنا تو معاذ اللہ بڑی جرأت ہے کسی شریف باحیا انسان کی طرف بھی اس کی نسبت نہیں کی جاسکتی ہے میرے سماجی دوستوں۔ تم خود غور کرو اور اپنے دل سے فیصلہ چاہو۔ کہ ایسے ناپاک فعل اور بدترین عمل کو بالکل قطعاً ناجائز اور حرام ہونا چاہیے یا فقط نہایت مکروہ۔ اور جب زنا بالجبر مکروہ کے درجہ

میں ہے۔ تو پھر تو وہ زنا، جو دن رات بازاری عورتوں کے بلا جبر کے نہایت خوش دلی کے ساتھ جانین کی رضامندی سے کیا جاتا ہے۔ آریہ دھرم کے اصول پر بلا کراہت جائز ہوگا؟، کیونکہ بجز زنا کرنا جب فقط نہایت مکروہ ہوا۔ اور چھین چھٹ لڑائی کر کے یا فریب دے کر کسی لڑکی پر قبضہ کرنا محض مذموم ہوا تو پھر کوئی درجہ نہیں ہے۔ کہ وہ زنا جو مرد و عورت کی بالکل رضامندی اور خوشنودگی سے انجام پاتا ہو بلا کراہت جائز کیوں نہ ہو؟۔

بہر حال دیانند جی کی تحریر کے مطابق راستہ چلتی عورتوں پر دھوکا اور فریب سے قبضہ کر لینا جائز ہے۔ زبردستی زنا کرنا جائز ہے، پھر ان صورتوں کی بنا پر بدرجہ اولیٰ تمام بازاری رنڈیوں سے زنا کرنا جائز ہوگا اللہ اللہ یہی وہ پاک تعلیم ہے جس کے بل پر ہمارے دوستوں کو دعویٰ ہے کہ ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو آریہ بنالیں گے۔ سچ ہے۔

بت کریں آرزو خدا کی

شان ہے تیری کبریائی کی

﴿دیانندی مت کی ساتویں تعلیم﴾

دیانند جی ستیار تھ پرکاش کے گیارہویں باب کے 450 میں یہ عنوان قائم کر کے کہ یہ دان کرنے والے تین اقسام کے ہوتے ہیں، حسب ذیل سوال و جواب لکھتے ہیں۔

سوال دان (سخی) کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ جواب تین قسم کے، اعلیٰ۔ درمیانی۔ اور ادنیٰ

اعلیٰ سخی اس کو کہتے ہیں جو مقام وقت اور مستحق کو جان کر علوم حقیقی اور دھرم کی ترقی کی خاطر سب کی بھلائی کے لیے دے۔

درمیانہ وہ ہے جو تعریف یا خود غرضی کے لیے خیرات کرے۔

ادنیٰ وہ ہے کہ اپنا بیگانہ کا کچھ فائدہ نہ کر سکے بلکہ زنا کاری میں یا بھانڈ بھاٹوں وغیرہ کو دے۔

اس جواب میں دیانند جی کو اس کا اقرار ہے کہ زنا کاری میں خرچ کرنا ادنیٰ درجہ کا دان یا سخاوت ہے اور زانی شخص یعنی زنا کرنے والا انسان ادنیٰ درجہ کا سخی ہے اب میں اپنے سماجی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ آریہ مذہب میں دانی اور پانی ہونا دو چیزیں ہیں یا ایک چیز؟

اور خیرات و دان اور پاپ میں فرق ہے یا نہیں؟۔ اگر فرق ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا اس کو تسلیم کرے گا دانی اور پانی میں آسمان و زمین کا فرق ہے تو بتاؤ زنا کرنے والے کو دنیا میں کوئی سمجھدار انسان بجز پانی کے کچھ اور کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ تمہارے رشی بلکہ مہرشی دیانند جی یہ کیا غضب ڈھارہے ہیں۔ کہ پاپ کے کام میں خرچ کرنے کو دان۔ اور زنا کار پانی کو دانی اور سخی فرما رہے ہیں۔ پھر بتاؤ کہ ایسے فرمان سے زنا کاری اور پاپ میں ترقی ہوگی۔ اور لوگ آزادی سے اس کو دان اور سخاوت کا کام سمجھ کر انجام دیں گے۔ یا اس سے احتراز کریں گے؟۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب کے آزادی کی زہریلی ہوا ہر طرف سے انسانی جذبات کو مسموم کر چکی ہے اس تعلیم کا کیا اثر ہوگا؟۔

سماجی دوستوں غور کرو اور سوچو کہ ایسی تعلیم انسان کے لیے مفید ہے یا مضر؟۔ اور علم و اخلاق کے مخالف ہے یا موافق؟

ہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے اس اعتراض کے جواب میں رکیک تاویلوں سے کام لیا جائے گا، باتیں بنائی جائیں گی اور کسی طرح کھینچ تان کر یہ کہنے کی کوشش کی جائے گی۔ کہ دیانند جی کا مطلب اس سے واقعی خیرات یا دان اور سخاوت نہیں ہے اور زنا کرنے والوں کو واقعی معنی میں دانی اور سخی کہنا ان کا مقصد نہیں، مگر یہ سب مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہوگا۔ دیانند جی کی عبارت بلفظ ہم نے نقل کر دی ہے۔ ہر شخص اس پر غور کر سکتا ہے سچ ہے انسان انسان ہے اور خدا خدا ہے مگر ہمارے دوستوں کی غلط فہمی کی بھی انتہا ہے کہ اس کو الہامی اور ایشوری احکام سمجھتے ہیں جن کو ہم بجز اس کے اور کیا کہیں۔

قاصد یہ زبان اس کی بیاں اس کا نہیں ہے

دھوکا ہے تجھے اسی نے کہا اور ہی کچھ ہے

﴿دیانندی مت کی آٹھویں تعلیم﴾

دیانند جی ستیار تھ پرکاش کے نویں باب کے 329 میں لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد دھرم راج یعنی پر میشور اس جیو کے مطابق جنم دیتا ہے۔ وہ ہوا۔ اناج۔ پانی خواہ جسم کے مساموں کے ذریعہ سے دوسرے جسم میں ایشور کی تحریک سے داخل ہوتا ہے۔ یہ علمی مسئلہ ہے میں نے ذی علم اصحاب اور تعلیم یافتہ حضرات کی تفریح خاطر کے لیے عموماً، اور ڈاکٹر اور حکیم صاحبان کے لیے خصوصاً اس لیے پیش کیا ہے کہ وہ ویدک دھرم کے فلسفہ ولادت کے علمی مسئلہ پر غور کریں اور وہ لوگ جو فلسفہ اور سائنس کے ماہر ہیں اور انسانی حقیقت اور اس کی روح کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں۔ وہ دیانند جی کے اس فلسفیانہ خیالات سے لطف اٹھائیں۔ کہ روح انسانی ایسی چیز ہے۔ جو آلہ کے مسامات میں گھس سکتی ہے یا انسان کے بدن کے ظاہری جانب کے مساوات سے گھس کر انسان کے بدن میں داخل ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر اور حکیم صاحبان اس پر غور فرمائیں۔ کہ کیا کسی ڈاکٹری تحقیقات میں یا کسی طبی کتاب میں روح حیوانی یا روح انسانی کے متعلق یہ فلسفیانہ مسئلہ مطالعہ میں آیا ہے کہ روح انسانی بنی بنائی ہر طرح سے صحیح و درست بذریعہ اناج یعنی چنا، مٹریا دال بھات کے انسان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر وہ تمام سے گھوم گھما کر مرد کی یا عورت کی منی میں ملکر رحم میں داخل ہو کر اپنے اوپر گوشت پوست چڑھا کر نکل آتی ہے۔ سماجی دوستوں۔ ابھی دنیا سے علم و عقل اس قدر مفقود نہیں ہوا ہے کہ اس طرح کی لچر اور لغو باتوں پر کوئی انسان کان دھرے چہ جائیکہ اسکالٹین کرے اور اس پر ایمان لاوے کہ دیانند جی مہاراج نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے، الحاصل یہ مسئلہ علمی نقطہ نظر سے ایسا غلط ہے کہ نہ تو تحقیقات جدیدہ فن ڈاکٹری کے اصول پر صحیح ہو سکتا ہے نہ تحقیقات عتیقہ یعنی طب یونانی کے اصول پر صحیح ہو سکتا ہے، بلکہ ہر ذی انسان اس کو پڑھ کر ہنس دے گا۔ کہ سبحان اللہ ویدک دھرم بھی عجیب مذہب ہے اور اس سے زیادہ عجیب تر اس مذہب کے پیرو ہیں۔ کہ ہر بات بات پر علم و فلسفہ کی رٹ لگائی جاتی ہے۔ مگر تعلیم کی حالت ماشاء اللہ چشم بد دور ایسی ناگفتہ بہ ہے کہ نہ علم و عقل کے اصول پر ٹھیک اترتی ہے نہ فلسفہ

اور سائنس کے قانون پر صحیح چلتی ہے۔ ہاں زبانی دعویٰ البتہ ہے جس کے متعلق مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر پڑھ دینا کافی ہے۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا وہ لہو کیا ہے

سماجی دوستو! دعویٰ ہے تو پہلے اس کو تحقیقات جدیدہ اور عتیقہ سے ثابت کرو۔ پس کیا ہم امید رکھیں کہ کوئی سماجی فاضل ہمت کر کے علم و عقل کی روشنی میں دیانند جی کے اس مسئلہ کو طبی طریقہ پر یا ڈاکٹری اصول پر ثابت کر کے آریہ دھرم کی لاج رکھے گا سچ ہے کسی نے خوب لکھا ہے۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد

چوں باز کنی مادر مادر باشد

﴿دیانندی مت کی نویں تعلیم﴾

دیانند جی ستیار تھ پر کاش کے دوسرے باب کے 28 میں لکھتے ہیں۔

مبارک وہ ماں روز حمل سے لے کر جب تک پوری تعلیم نہ ہو اولاد کو نیک سیرتی کی ہدایت کرے۔

سماجی دوستوں دیانند جی کی نیک سیرتی میں کسی کوشبہ ہو تو ہو۔ دیانند جی کے اس قول کو پڑھ کر مجھ کو بالکل یقین ہو گیا، کہ واقعی وہ بالکل برہمچاری تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے دل میں نیک سیرتی اور سادہ لوحی اس قدر تھی کہ وہ حمل کے اندر کے لیے بھی (یعنی ایسے بچے کے لیے بھی جو ہنوز ماں کے رحم میں ہے) نیک سیرتی کی تعلیم دینے کی اس کی ماں کو ہدایت کر رہے ہیں۔ مگر دیانند جی کا دنیا والوں پر بڑا احسان ہوتا۔ اگر اس کی ترکیب بھی تحریر فرمادیتے کہ حمل کے اندر کے بچے کو کس طرح ہدایت کی جائے گی، وہ مبارک ماں حمل کے بچے کو کن کن امور کے متعلق نیک سیرتی کی ہدایت کرے گی۔ کیا دیانند جی کے پیرو اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت میں کوئی بزرگ اس کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟ کہ دیانند جی کی اس کمی کو پورا کر کے دنیا بھر کے یاکم سے کم ہندوستان کے رہنے والوں کے لیے اپنی

کرم فرمائی سے جدید انکشافات کے سلسلہ میں ایک انوکھا اضافہ فرما کر مرہونِ منت فرمائیں۔ کیونکہ اس کلیگ کے زمانہ میں والدین کو سب سے زیادہ جو چیز باعثِ رنج و الم ہوتی ہے وہ بچوں کی ناشائستگی اور انکی بد طبیعتی اور بد چلنی ہوتی ہے مگر جب ہمارے سماجی دوست وید مقدس سے جن کے متعلق ان کا دعویٰ۔ کہ جملہ علوم و فنون کے متعلق اس کے اندر ہدایت موجود ہے۔ اس ترکیب کو نکال کر شائع فرمائیں گے اور ہر مبارک ماں اس کے مطابق اپنے حمل کے بچے کو ہدایت کرے گی۔ جس سے سب بچے ماں کے پیٹ سے ہی شائستہ نیک سیرت اور مہذب پیدا ہوں گے۔ مجھکو تعجب ہے کہ آج تک سماجی فاضلوں نے کیوں اس طرف توجہ نہیں کی، بہر حال اب ہماری اس گزارش پر ضرور توجہ کی جائے گی

سماجی دوستو! اسی تعلیم پر ساری دنیا کو آپ آریہ بنالیں گے سچ ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

﴿دیانندی مت کی دسویں تعلیم﴾

دیانند جی ستیا رتھ پرکاش کے چوتھے باب کے 147 میں پہلے رگوید سے منتر اس مضمون کا نقل کرتے ہیں کہ ویرج سیچنے کے قابل طاقتور مرد کو بیاہی عورت سے دس اولاد تک پیدا کرنے کا حکم ہے، اس کے بعد اس منتر کے متعلق دیانند جی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ان ہی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔ ویدک مت کے اس حکم کے مطابق برہمن کھتری۔ اور ویش ورن والی عورت اور مرد دس دس اولاد سے زیادہ نہ پیدا کریں

دیانندی مذہب کی تعلیم پر ظاہر ظاہر دو اعتراض لازم آتے ہیں،

ایک تو یہ کہ اس حکم سے شودر کو کیوں خارج کر دیا گیا اور محض تین ہی ورن یا تین ذاتوں یعنی برہمن کھتری ویش کے لیے اس حکم کو کیوں مخصوص کر دیا گیا؟،

حالانکہ ایسا کرنا دیانند جی کے اصول پر طر ف داری اور بے انصافی ہے اور خدا بے انصاف نہیں ہو

سکتا۔

پس اگر حسب بیان دیانند جی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ وید کی تعلیم ہے تو وید کے الہامی کتاب نہیں ہونے کے لیے یہی ایک وجہ کافی ہے۔ کہ اس میں طرفداری کی تعلیم ہے۔ جو قانون مساوات اور عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ جس میں ایک فریق کے لیے آزادی دی گئی ہے کہ وہ جس قدر چاہے خداداد قوت سے کام لے کر اولاد پیدا کرے اور دوسرے فریق کی آزادی کو سلب کر کے اس کو مجبور کر دیا گیا ہے کہ تم دس اولاد سے زیادہ پیدا نہیں کر سکتے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر ویرج (یعنی منی) سینچنے والے طاقتور مرد میں دس اولاد کے بعد بھی قوت شہوانی باقی ہے۔ جس سے اس کے دل میں طرح طرح کے برے برے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں اس کے فطرتی جذبات اس کو مشورہ دیتے ہیں کہ جب ویدک دھرم کی رو سے تم دس اولاد سے زیادہ پیدا نہیں کر سکتے، اور نہ کسی طرح بیابھی بی بی سے اپنی فطرتی خواہش کو پورا کر سکتے ہو۔ کیونکہ علاوہ اس کے کہ ویدک دھرم کے خلاف ہے، خطرہ اس کا ہے کہ حمل قرار پا گیا تو مفت میں آریہ راج سبھا کے سپاہی پکڑ کر لے جائیں گے۔ اور بھری مجلس میں ذلیل و مجرب اور رسوا ہونا پڑے گا ایسی حالت میں تمہارے لیے بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ فطرتی جذبات کی جائز خواہش کو زنا اور حرام کاری سے پوری کرو۔ چنانچہ جذبات کے اس مشورہ پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے اور زنا کر کے اپنا منہ کالا کرتا ہے۔ اب ہمارے سماجی فاضل بتائیں۔ کہ وید کا یہ حکم فطرت کے موافق ہے اور کیا ہی کہا جاسکتا ہے کہ دس اولاد کے بعد ایک طاقتور انسان سے فطرتی خواہش معدوم ہو جاتی ہیں اور وہ فطرتی عمل جس کے نہیں رکنے کے دیانند بھی قائل ہیں۔ رک سکتا ہے کیا؟ ہرگز نہیں۔

دیانندی دوستو! سنو اور غور سے سنو۔ دیانند جی اس فطرتی عمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایشور کے قواعد پیدائش کے مطابق عورت مرد کا فطرتی عمل رک نہیں سکتا ہے۔ بجز تارک دنیا عالم باکمال اور یوگیوں کے۔

کیا اسقاط حمل سے بچہ کشی اور بیوہ عورت اور رنڈوے مردوں کی سخت تکلیف گناہ نہیں گنتے ہو؟۔

کیوں کہ جب تک بے جوانی میں دل میں اولاد کی پیدائش اور شہوت کی خواہش رکھنے والوں اور سرکاری برادری کے قاعدہ سے رکاوٹ ہونے پر خفیہ بد فعلی اور بد چلنیاں ہوتی رہتی ہیں الخ

(ستیا رتھ پرکاش باب 4 ص 147)

دیانند جی کے اس مفصل بیان کے بعد کسی کو اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ فطرتی عمل کار و کناپا کا دروازہ کھولنا، یاپا پر اس کو مجبور کرنا ہے، کیونکہ ایک طرف آپ اس کو ویدک قانون کی بنا پر روکیں گے کہ بس جی بس دس اولاد ہو چکے، اب آپ کو قرار واقعی سزا ملے گی جس سے مجبور ہو کر وہ غریب اپنی بیابہی ہبستری کے پاس جانے کا حوصلہ نہیں کرتا ہے۔ دوسری طرف حسب بیان دیانند جی، سرکاری یا برادری کے قاعدہ سے رکاوٹ ہونے پر خفیہ بد فعلی بد چلنیاں ہوتی رہیں گی یعنی بازاری رنڈیوں سے جا کر منہ کالا کریں گے اور عورتیں بدکار اور بد معاش پانی مرد کو نازیں گی اور اپنی فطرتی خواہش کو انجام دیں گی۔ اور حسب تحریر دیانند جی اسقاط حمل اور بچہ کشی پر عمل کیا جائے گا۔

سماجی دوستوں! خدا کے لیے انصاف کو راہ دیکر اپنے ضمیر سے پوچھو کہ ایسی تعلیم فطرتی ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔ میرے خیال میں تمہارا دل اور تمہارا اگر تعصب سے پاک ہے تو تم کو جواب ملے گا کہ ایسی تعلیم ہرگز ہرگز فطرتی نہیں ہو سکتی ہے۔ پس سوچو اور خوب سوچو کہ تم کو تمہارا دیانندی مذہب کہاں لیے جا رہا ہے، آیا یہ وہ سڑک ہے جس پر تم نجات حاصل کر سکتے ہو۔ یا یہ کہ ہمیشہ کے لیے تم ایسے غار میں ڈھکیلے جا رہے ہو۔ جہاں سے تم کو نجات محال ہے، پس اب تمہیں اختیار ہے، میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ چاہے تم اسی دیانندی مت پر رہو یا سچائی کے سچے طالب بن کر اس علیحدہ ہو جاؤ

وما علینا الا البلاغ۔

مانونہ مانوجان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں
(عبدالصمد رحمانی بازید پوری)

نوٹ۔ اس کتاب میں جس ستیارتھ پر کاش کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جملہ آریہ سماج کا مستند اردو ترجمہ ہے جسکے ٹائٹل پر یہ تحریر ثبت ہے ستیارتھ پر کاش مصنفہ شری 108 مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا مستند اردو ترجمہ جس کو حسب اجازت شریعتی آریہ پرانی مذہبی سبھا پنجاب آریہ کمپنی اور آریہ سماج لاہور نے 1908ء میں طبع کرایا



ناشر: انجمن دفاع اسلام